باب#۱۱۶

کون ہارا اور کون جیتا؟

۹۸: سُورَۃُ التَّغَابُن [۶۴ — ۲۸: قد سمع اللہ]

۹۲ **المسبّحات** [تسبیح سے آغاز ہونے والی سورتیں]

۹۳ سُورَۃُ التَّغَابُن کا زمانہ نزول

۹۵ ماضی میں رسولوں کی دعوت کا انکار کرنے والوں کا انجام

۹۶ منکرین کو دعوتِ ایمان

مومنین کی تربیت کا نصاب

۹۸ کام یابی اور ناکامی، راحت و مصیبت تمام امور اللہ کی جانب سے ہیں

۹۹ اہلِ ایمان پر اللہ اور اُس کے رسول ؐ کی اطاعت لازم ہے

۱۰۱ اولاد اور اموال آزمایش ہیں

۱۰۲ تقویٰ کی آبیاری اور شُحِ نفس سے چھٹکارا

۱۰۳ اللہ اپنے بندوں سے قرضِ حسنہ طلب کرتا ہے

باب#۱۱۶

کون ہارا اور کون جیتا؟

سُوْرَۃُ التَّغَابُن

المسبّحات

مدینے میں نازل ہونے والی قرآن مجید کی پانچ سورتیں [سُوْرَۃُ التَّغَابُن ، سُوْرَۃُ الْجُمُعَة ، سُوْرَۃُ الصَّف، سُوْرَۃُ الْحَشْر، سُوْرَۃُ الْحَدِيْد (یہ نام سورتوں کی ترتیبِ نزولی پر دیے گئے ہیں)] المسبّحات کے نام سے جانی جاتی ہیں، اِس لیے کہ وہ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ یا سَبَّحَ لِلّٰهِ کے مبارک کلمات سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ تمام مدینے میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ مکے میں تسبیحی کلمات سے نازل ہونے والی دو سورتوں سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی اور سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیل کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو المسبّحات کل سات ہو جاتی ہیں، اِن سورتوں کا آغاز اللہ کے لیے ہر شرک کی تہمت سے پاکی کے اعلان سے ہوتا ہے۔ اللہ کی پاکی کی بے شمار آیات (نہ کہ شروع ہونے والی) تو مکے میں آچکی ہیں لیکن وہاں وہ دعوت، عقیدے اور نظریے کا بیان تھیں، یہاں مدنی المسبّحات میں تسبیح بنیادی طور پر مومنین سے خطاب و نصیحت سے قبل ہے اور اُس ذات کی پاکی کے اعلان میں ایک شاہانہ وقار ہے، جس نے اہلِ ایمان کو تنگی سے نکال کر مدینے میں ایک مرکز عطا کر دیا تھا۔ اپنے مالک کو اس شان سے پکارنے کے لیے یہ اہلِ ایمان (صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم) انتہائی موزوں تھے۔ اِن المسبحات میں سب سے پہلے نازل ہونے والی سورہ، سورۃ التغابن ہے۔ اِن پانچوں مبارک سورتوں کے نام نزولی ترتیب پر درج ذیل ہیں، اِن کا توقیفی نمبر [مصحف کی ترتیب کا نمبر] اِن کے آگے لکھا ہے اور ساتھ ہی زمانہ نزول بھی۔

۱: سورۃ التغابن ۶۴، يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ مدنی زندگی کے بالکل ابتدائی دور میں۔

۲: سورۃ الجمعة ۶۲، يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ مدنی زندگی کے بالکل ابتدائی دور میں۔

۳: سورۃ الصف ۶۱ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جنگ احد کے متصل زمانے [ذوالقعدہ یا

ذوالحجہ ۳ہجری] میں نازل ہوئی ہوگی۔

۴: سورۃ الحشر۵۹، سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ یہ غزوہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی تھی غزوہ احد کے چار ماہ بعد صفر ۴ ہجری میں

۵: سورۃ الحدید۵۷، سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾، صلح حدیبیہ سے ماقبل اور قریب تر۔

قارئین اگر غور کریں تو جان لیں گے کہ اِن پانچ سورتوں کی نزولی ترتیب، توقیفی ترتیب [کتابُ اللہ کی ترتیب] کے بالکل الٹ ہے۔ یعنی جو سب سے پہلے نازل ہوئی وہ مصحف میں ۶۴ ویں نمبر پر یعنی سب سے آخر میں درج کی گئی ہے اور جو سب سے پہلے درج ہے یعنی ۵۷ ویں نمبر پر، وہ اپنے زمانہ نزول کے اعتبار سے سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ اللہ ہی اس کی حکمت بہتر جانتا ہے، تاہم اوراقِ سیرت کی ورق گردانی کرتے ہوئے اپنے اپنے مقام پر ہر سورت اُن دِنوں برپا احوال و معاملات میں ایک چمکتے ہوئے ستارے یا ایک روشن چراغ کی مانند اہلِ ایمان کی رہ نمائی کرتی نظر آئے گی۔ اِس باب میں ہم دیکھیں گے کہ مدینے کی زندگی کے پہلے مہینوں میں حالات و واقعات کے اعتبار سے یہ کتنی بروقت و برمحل ہے۔

اِن پانچوں سورتوں میں تسبیح ہے، پانچوں کے آغاز میں ایک ہی کانٹے کی بات کہی جا رہی ہے کہ اللہ اُن سارے شرکیہ الزامات سے پاک ہے جو مشرکین اُس پر لگاتے ہیں، مثلاً اللہ نے کسی کو اپنا ہم سر بنالیا ہے، کسی کو داتا، دستگیر یا مشکل کشا بنادیا ہے، کسی کو دعاؤں کا سننے والا اور بیٹا، بیٹی دینے والا بنا دیا ہے۔ اللہ اِن ساری شرکیہ باتوں سے پاک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ حقوق میں اور نہ ہی اختیارات میں۔ یہ بات ساری مکی تعلیمات کا خلاصہ ہے یہاں مشرکین کے ساتھ یہود کا بھی سامنا تھا، جو اِس بات سے واقف تھے مگر تاویلات کا سہارا لیتے لیتے صریح شرک میں مبتلا ہو چکے تھے۔

۹۸: سُوْرَةُ التَّغَابُن [۶۴ — ۲۸: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ]

سورۃ کا زمانہ نزول: اِس سورۃ کے زمانہ نزول کے بارے میں سیّد مودودیؒ تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں:

"مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ اس کا کچھ حصہ مکی ہے اور کچھ مدنی۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ ابتدا سے آیت ۱۳ تک مکی ہے اور آیت ۱۴ سے آخر سورۃ تک مدنی۔ مگر مفسرین کی اکثریت پوری سورۃ کو مدنی قرار دیتی ہے۔.........."

اِس سورت کی سوائے اوّلین چار آیات کے باقی تمام آیات مدینے کے ابتدائی ایّام میں نازل ہونے کے لیے بڑی موزوں اور مناسب معلوم ہوتی ہیں۔ اور اوّلین چار آیات بھی مدینے میں اپنی ابتدائی گفتگو میں، مکے میں پیش کی جانے والی دعوت کے خلاصے کے طور پر اِس گفتگو کا بڑا ہی موزوں دیباچہ لگ رہی ہیں۔ ابتدائی آیات میں خطاب عام ہے، کسی خاص گروہ کی جانب روئے سخن محسوس نہیں ہوتا، اس لیے گمان کیا جاسکتا ہے کہ یہ سارے جہانوں کے انسانوں سے خطاب ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ لَہُ الۡمُلۡکُ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾ زمین و آسمان کی تمام چیزیں، اُلوہیت کے باب میں تمام غلط اُوہام و افکار سے اللہ کے لیے پاکی کا اعلان کر رہی ہیں۔ اللہ ہی تنہا اقتدارِ اعلیٰ[35] کا مالک ہے، اُس ہی کے لیے تمام تعریفیں اور ہر طرح کے شکریے ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ فَمِنۡکُمۡ کَافِرٌ وَّ مِنۡکُمۡ مُّؤۡمِنٌ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۲﴾ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی اُس کی بادشاہی کا منکر ہے اور کوئی اُس کو تسلیم کرنے والا ہے[36] اور جو تم کرتے ہو، اللہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے ○ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَ صَوَّرَکُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَکُمۡ ۚ وَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۳﴾ اس نے زمین اور آسمانوں کو مقصد و حکمت سے پیدا کیا ہے، اور تمھاری صورتیں بنائی[37] ہیں اور بڑی ہی عمدہ بنائی ہیں، اور انجامِ کار اُسی کی طرف

۳۵ اقتدارِ اعلیٰ اللہ ہی کا ہے، ایک محدود دائرے میں انسان منکرات سے بچتے ہوئے معروف طریقے سے اپنی عقل و مرضی سے قوانین زندگی مرتب کر سکتا ہے، جہاں اللہ اور اُس کے رسولؐ کا صاف اور صریح حکم آجائے وہاں اُس کی عقل اور مرضی نہیں چل سکتی۔

۳۶ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا حِلم ہے کہ باوجود اُس کی سلطنت، اختیار و قدرت کے وہ اپنے منکر و نافرمان بندوں کو جو ابلیس کی پیروی کرتے ہیں اس دارالامتحان میں برداشت کرتا ہے۔

۳۷ اُس خالق کے کمال کا یہ سب سے بڑا اظہار ہے کہ تم، جو اپنے چہروں سے پہچانے جاتے ہو اور اپنے چہروں سے

تمھیں واپس جا پہنچنا ہے ○ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ یَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَ مَا
تُعۡلِنُوۡنَ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۴﴾ اللہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز اور ہر بات کو بخوبی
جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے، جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو بلکہ وہ تو دلوں کی کیفیات [۳۸]
تک جانتا ہے ○

ماضی میں رسولوں کی دعوت کا انکار کرنے والوں کا انجام

اگلی آیات میں اُن برباد اُمتوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے اپنے رسولوں کی بات نہ مانی، ظاہر ہے اب روئے سخن منکرین کی جانب مڑ گیا ہے، اِن آیہ مبارکہ کو اس تناظر میں پڑھیے کہ مشرکینِ مکہ نے سابق رسولوں کی برباد شدہ امتوں کی طرح اپنے رسول کی بات ماننے سے انکار کیا ہے چناں چہ اب اللہ نے بھی اُن سے منہ پھیر لیا ہے اور وہ اُن سے بے پرواہو گیا ہے۔ یاد دلایا جارہا ہے کہ کس طرح منکرین، دنیا کی آن بان میں کھو کر اس زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ ہر گز نہ اٹھائے جائیں گے۔ کائنات کا مالک درد بھرے اور پُر سوز انداز میں اپنے بندوں کی نافرمانی پر کہتا ہے کہ ان سے کہہ دو: میرے رب کی قسم، تمھارا یہ انکار ہر گز صحیح نہیں، مرنے کے بعد تم ضرور زندہ کیے جاؤ گے، پھر ضرور تمھیں بالتفصیل بتایا جائے گا کہ تم نے حیاتِ دنیا میں کیا کمائی کی ہے اور ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۫ فَذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِہِمۡ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ
﴿۵﴾ کیا تم اُن گزری قوموں کے انجام سے باخبر نہیں، جنھوں نے دنیا ہی میں اپنی شامتِ اعمال
کو بھگت لیا ہے اور جن کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے ○ ذٰلِکَ بِاَنَّہٗ کَانَتۡ تَّاۡتِیۡہِمۡ
رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَقَالُوۡۤا اَبَشَرٌ یَّہۡدُوۡنَنَا ۫ فَکَفَرُوۡا وَ تَوَلَّوۡا وَّ اسۡتَغۡنَی اللّٰہُ ؕ وَ اللّٰہُ غَنِیٌّ
حَمِیۡدٌ ﴿۶﴾ گزری برباد قوموں کے نصیب میں ذلت ورسوائی اس لیے آئی کہ، جب اُن کے لیے

خود تم اپنے آپ کو پہچانتے ہو، جن کی عزت تمھیں عزیز ہے حتّٰی کہ اپنے چہروں کی تصویروں کی بھی عزت تمھیں عزیز ہے؛ یہ چہرے تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں اُس ایک اللہ ہی نے بنائے، جیسے چاہے بنائے، تمھارا کوئی اختیار نہ تھا۔

۳۸ خیالات سے واقفیت ایک بڑی چیز ہے مگر دلی کیفیات سے واقفیت تو بہت ہی بلند بات ہے جو خیالات کی نمو کا باعث بنتی ہے۔

ہمارے مبعوث کردہ رسول واضح دلیلیں اور نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے تکبر کیا اور کہا کہ ہمارے جیسا انسان ہمیں کیوں کر ہدایت دے سکتا ہے؟ یہ کہہ کر انھوں نے رسولوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا، تب اللہ بھی ان سے بے پرواہو گیا[۳۹] اور اللہ کی کیا بات، وہ تو ہے ہی بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود! زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷﴾ اے محمدؐ، منکرین نے مرنے کے بعد دوبارہ ہر گز نہ اٹھائے جانے کا دعویٰ کیا ہے[۴۰]، ان سے کہہ دو: میرے رب کی قسم، تمھارا یہ انکار ہر گز صحیح نہیں، مرنے کے بعد تم ضرور زندہ کیے جاؤ گے، پھر ضرور تمھیں بالتفصیل بتایا جائے گا کہ تم نے حیاتِ دنیا میں کیا کمائی کی ہے، اور ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے ○

منکرین کو دعوتِ ایمان

کفّار کو دعوتِ ایمان جو گزشتہ ۱۳ برس سے قرآن کا بنیادی موضوع تھا، باوجودیکہ یہ اب بھی مرکزی موضوع رہے گا مگر استحکامِ ریاست اور قوانین و احکامات کے موضوعات کے مقابلے میں اپنی تعدادِ آیات کے تناسب کے لحاظ سے بتدریج کم تر ہوتا جائے گا۔ وجہ بالکل صاف ہے کہ مسجدِ نبوی کے اطراف کے محلّوں اور قبیلوں میں جو معدودے چند لوگ ابھی ایمان نہیں لائے ہیں وہ مستقبل قریب میں بہت جلد ایمان لے آنے والے ہیں اور رہے بیرونِ شہر آباد یہودی، تو وہاں سے نقضِ عہد کی پاداش

---

۳۹ وہ تمام معاشرے اور قومیں، جو اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو پسِ پشت ڈال کر خواہشاتِ نفس اور عقل کی پیروی کرتی ہیں، اللہ کے غضب کا شکار ہوتی ہیں، اللہ اُن سے بے پرواہو جاتا ہے۔

۴۰ اللہ سے غافل تمام عقل پرست اور نفس پرست لوگ سب سے پہلے زندگی بعدالموت کا انکار کرتے ہیں، حالاں کہ عقل مطالبہ کرتی ہے نیک کو نیکی کی جزا ملنی چاہیے اور بد کو بدی کی سزا اور عقل یہ سوال بھی کرتی ہے کہ اس انتہائی بامقصد اور ایک دوسرے سے ہم آہنگ کائنات میں، جس میں کوئی چیز بے مقصد نہیں، وہاں پھر کیوں انسانی زندگی بے مقصد ہو؟ عقل کے اُٹھائے ہوئے یہ دونوں امور مطالبہ کرتے ہیں کہ یقیناً موت کے بعد ایک زندگی ہو جس میں جزا اور سزا ہو اور انسانی زندگی کا مقصد پورا ہوتا نظر آئے۔

میں یہ لوگ تین مرحلوں[41] میں مدینے سے نکال دیے جائیں گے۔ اِس لیے براہِ راست خطاب کے لیے کوئی کافر سامنے بچے گا ہی نہیں سوائے منافقین کے، کہ جنھیں کلمہ گو ہونے کی وجہ سے کافر نہیں کہا جائے گا مگر ایک سازشی ٹولے کی حیثیت سے خوب خبر لی جائے گی۔

دعوتِ ایمان پر مشتمل اگلی تین آیات گویا اس موضوع کی اہم ترین آیات ہیں، نہایت جامع انداز میں ایمان باﷲ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالکتاب کی اس بنیاد پر دعوت ہے کہ قیامت تو آکر رہے گی، اگر تمھیں آج یقین نہیں آرہا تو اُس دن تو آ ہی جائے گا جب جمع کیے جاؤ گے اور وہ دن ہو گا جب فیصلہ ہو جائے گا کہ کون جیتا اور کون ہارا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۸﴾ پس اے میری
قوم کے لوگو! ایمان لاؤ اللہ پر، اور اس کے رسولؐ پر، اور تسلیم کر لو اُس نورِ ہدایت [یعنی اِس قرآن] کو،
جو ہم نے نازل کیا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے خوب باخبر ہے ○ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ
الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ
يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾
ہماری اس بات کا یقین تمھیں اُس دن آ ہی جائے گا، جب روزِ محشر وہ تم سب کو اکٹھا کرے
۱۷ گا۔ در حقیقت وہی ہار جیت کا دن [یَوْمُ التَّغَابُن[42]] ہو گا، جب معلوم ہو گا کہ کون ہارا اور کون جیتا۔ جو
اللہ پر ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا، اللہ اُس دن، اُس کی بُرائیاں اُس سے جھاڑ دے گا اور ایسے سدا
بہار باغات میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ایسے کام یاب لوگ ہمیشہ ہمیشہ اِن میں
رہیں گے۔ یہ ہے اصل بڑی کام یابی ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

---

41 اوّلاً بدر کے بعد ۲ ہجری میں [اپریل ۶۲۴ء] بنو قینقاع، ثانیاً اُحد کے بعد ۴ ہجری [اگست ۶۲۵ء] میں بنو نضیر اور ثالثاً و آخرہ ۵ ہجری [اپریل ۶۲۷ء] میں غزوہ احزاب کے بعد بنو قریظہ

42 اسلام اپنے ماننے والوں کو جو نظریہ دیتا ہے، وہ یہ ہے کہ اِس حیاتِ دنیا میں حاصل مال و دولت، عزت و مرتبہ، اقتدار و مقبولیت کسی انسان کے لیے یہاں کام یابی کا مظہر نہیں، کام یابی اور ناکامی کا فیصلہ اِس دنیا میں ایمان کے ساتھ اللہ کی بندگی، اُس کے رسولوں کی اطاعت کی بنا پر آخرت میں ہو گا۔

النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾ ۱۶ رہے وہ لوگ، جنھوں نے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرایا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہ آتشِ دوزخ میں ہوں گے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھکانا، کیا ہی بدترین ہے ○

آنے والی آیہ مبارکہ سے اُس کانٹے کے مقام کا آغاز ہے جہاں یہ سورت اپنے اصل موضوع یعنی اہلِ ایمان کی تربیت کی طرف پلٹتی ہے۔ اہلِ ایمان کے دلوں میں یہ بات راسخ کرنے کے بعد کہ اصل جیت دنیاوی مال و دولت و انعامات یا جاہ و جلال کے حاصل ہو جانے میں نہیں بلکہ اللہ پر شعوری اور حقیقی ایمان کی موجودگی میں اعمالِ صالحہ [وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا] میں ہے، ایمان کی وضاحت ہو چکی ہے فوری طور پر چیلنجز میں گھرے رسولؐ کے شہر [مدینۃ الرسول] کے باسیوں کو پانچ امور کی ہدایت کی جارہی ہے جس کے ذریعے وہ اپنی نو مولود ریاست کے سربراہ کی قیادت میں، دنیا میں بھی اپنے دین و ایمان، جان و مال اور سرحدوں کا دفاع کر سکیں گے اور آخرت میں بھی سرخ رو ہو کر ہمیشگی کی ناکامی اور ہار سے بچ سکیں گے۔ وہ پانچ ہدایات یہ ہیں:

۱. کامل یقین و اعتماد رکھا جائے کہ کام یابی اور ناکامی، راحت و مصیبت سمیت تمام امور من جانب اللہ ہیں۔
۲. اہلِ ایمان پر اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت لازم ہے۔
۳. اولاد اور اموال ذریعہ آزمایش ہیں۔
۴. تقویٰ اختیار کرو اور شُحِ نفس سے بچو۔
۵. اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔

کام یابی اور ناکامی، راحت و مصیبت تمام امور من جانب اللہ ہیں

جس چیلنج سے مدینہ کی ریاست اِس وقت دوچار ہے وہ یہ ہے کہ وہ تنہا سارے عرب کا مقابلہ کیسے کرے گا، اور تنہائی میں بھی مارہائے آستین، منافقین اور یہود کی سازشوں کی بنا پر جب اپنا گھر ہی آرڈر میں نہ ہو، وہ کیسے آگے بڑھ سکے گا۔ کسی بھی نصیحت اور تجویز سے قبل ایک بنیادی بات اللہ کے

رسولؐ اور اُس کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں راسخ کی جارہی ہے کہ کام یابی اور ناکامی، راحت و مصیبت تمام امور اللہ کی جانب سے ہیں۔ نہ اپنی کوئی تدبیر کام آنی ہے نہ دشمن کی کوئی چال، سب کچھ پہلے بھی یہاں ایک اسلامی ریاست قائم کرنے کی توفیق تک اللہ کی مدد و نصرت سے ہوا تھا اور آیندہ بھی۔ دنیا کی کام یابی اور ناکامی کچھ نہیں، اصل ہار اور جیت آخرت میں معلوم ہو گی۔ یہ وہ خیال، عقیدہ و نظریہ تھا جس نے آنے والی چند دہائیوں میں مدینے کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا مرکز بنا دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سارے موانع کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے انصار و مہاجرین پورے جوش و جذبے سے آگے بڑھتے جاتے ہیں اور اس راہ میں بے شمار ساتھی شہادت کا جام نوش کر کے راہیِ جنت ہو جاتے ہیں مگر کاروان نہ ٹھٹکتا ہے اور نہ رُکتا ہے، آگے ہی آگے بڑھتا رہتا ہے۔ یہ قرآن کا پڑھایا ہوا سبق تھا جس نے اُنھیں اللہ کی راہ میں نتائج سے بے پرواہ ہو کر کام کرنا اور کرتے چلے جانا سکھایا تھا۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ [تمھیں جو نعمتیں اور ساری کام یابیاں ملی ہیں وہ نہ تو تمھاری محنت، صلاحیت اور تدبیر کا نتیجہ ہیں اور نہ ہی اتفاقی ہیں بلکہ اللہ کے منصوبے اور اذن کی بنا پر ہیں؛ اسی طرح کوئی مصیبت کسی بد شگونی یا اتفاق کا نتیجہ نہیں ہوتی اور نہ ہی تمھارے اذہان میں کسمساتے کسی اگر مگر کے سلسلہ اسباب[۴۳] میں سے بر آمد ہوتی ہے بلکہ] جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ کے منصوبے اور حکم سے آتی ہے۔ جو شخص اللہ کی جانب سے کام یابیوں اور مصیبتوں پر ایمان رکھتا ہے اللہ اس کے دل کو ہر حال میں اطمینان و راہِ ہدایت و اعتدال بخشتا ہے[۴۴]، اللہ کو ہر چیز کا علم ہے ○

اہلِ ایمان پر اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت لازم ہے

۴۳ اگر میں ایسا کرتا تو یہ نہ ہوتا اور اگر وہ ایسا کرتا تو ایسا ہوتا؛ ایسی ساری گفتگو خرابیوں کے اور کوتاہیوں کے متعین کرنے اور آیندہ اُن سے بچنے کے لیے تو کی جا سکتی ہیں، مگر ہر معاملے میں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ اللہ کی مرضی اور حکمت سے ہوا ہے، مرضی ہمارے سامنے نافذ ہو چکی ہے اور حکمت وہ جانتا ہے، وہ جو ساری کائنات کے انتظامات کو چلا رہا ہے، اُس انتظام میں ہمیں گمان ہونے والی اس خامی اور بظاہر کوتاہی کے ذریعے نہ جانے کیا کیا خیر پوشیدہ ہیں۔

۴۴ ہر حال میں اللہ پر توکل، انسان کو ایسا سکون بخشتا ہے جو کسی اور طرزِ فکر اور ذرائع سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات جو اہلِ ایمان کی ایک منظم فوج کے لیے، مسلم انقلابی معاشرے کے لیے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے والوں کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اُس کی اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔

یثرب میں نبی ﷺ کی آمد سے قبل کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی قبائلی سردار اپنا نظام چلاتے تھے اور قبیلے کا کوئی فرد سردار کی نافرمانی کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا، قبائل کی آپس کی دشمنیاں یہ تحفظ فراہم کرتی تھیں کہ کسی دوسرے قبیلے کے کسی فرد کے ساتھ کوئی زیادتی خون خرابے اور جنگ کا باعث بنتی تھی لہٰذا لوگ اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ عرب قبائل اوس اور خزرج کے درمیان بھی بہت سے ذیلی قبائل تھے، اُن میں بھی کچھ نہ کچھ چشمک رہتی تھی، یہی حال یہود قبائل کا تھا جو قلعہ بند رہتے تھے اور اپنے درمیان سخت اصول وضوابط کے پابند تھے مگر تینوں قبائل ایک دوسرے سے حسد اور بغض رکھتے تھے جو اُنھیں ایک دوسرے کی مدد سے دور رکھتا تھا۔ اس نئی قیام پذیر مملکت کے لیے یہ سب سے بڑا چیلنج تھا کہ کس طرح عربوں، یہود اور مدینے کے ارد گرد آباد قبائل کو ایک حد تک اپنے اندرونی معاملات میں آزادی دے کر باقی تمام اجتماعی معاملات میں مرکزی حکومت کی اور خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی بلاچوں وچرا اطاعت پر آمادہ و مجبور کریں۔ اہلِ ایمان کو خواہ وہ کسی قبیلے اور کسی نسل سے آئے ہوں یہ ازبس ضروری تھا کہ وہ دل کے پورے اِطمینان کے ساتھ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی فرماں برداری کریں چاہے اُس میں بظاہر اُن کا نقصان یا دل شکستگی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی بلاچون وچرا اطاعت ہی آنے والے دنوں میں اسلام کے غلبے کا پیش خیمہ بن سکی۔

وَ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۲﴾

پس اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی[۴۵]۔ پس اگر تم اطاعت سے منہ موڑو تو جان لو کہ ہمارے رسولؐ پر صاف صاف پیغامِ حق پہنچا دینے کے علاوہ کوئی دوسری ذمہ داری نہیں[۴۶] ہے ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں، لہٰذا ایمان لانے والوں کو تمام معاملات کی نتیجہ خیزی[۴۷] کے لیے اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیے ○

اولاد اور اموال آزمایش ہیں

کسی بھی بڑے مقصد کے لیے کام کرنے والے کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ اُس کا اپنا نفس ہوتا ہے جو اچھے کھانوں، مکانات، سواریوں، شان و شوکت، عیش و آرام، عزت اور جاہ و جلال کے ساتھ سفلی خواہشات کا غلام اور لوگوں کا خدا بننے کا طلب گار ہوتا ہے، اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت سب سے پہلے اُس پر ضرب لگاتی ہے اور وہ انسان کے نفس کو صرف جائز خواہشات، جائز ذرائع سے، بغیر کسی کا حق مارے پوری کرنے کے معروف طریقوں میں محدود ہو جاتا ہے۔ اِس اصول کی پابندی کے ساتھ کچھ مال جمع کیا جا سکتا ہے اور عمارات اور سواریوں کی خواہش کی جا سکتی ہے، اپنے لیے بھی اور اپنے بیوی ،بچوں کے لیے بھی، لیکن جب ہنگامی حالات ہوں، اللہ کا دین مغلوب ہو یا اللہ کے دین کی بنیاد پر قائم

---

۴۵ مدینے کے جو کچھ حالات ہیں اور ایک نئی نوزائیدہ حکومت کو جس درجے کا ڈسپلن درکار ہے اُس میں اللہ کی جانب سے رسولؐ کی اطاعت کا فرمان، جب رسولؐ اُن کے درمیان موجود بھی ہے بہت ہی اہم ہے اور یہ حکم ابدی ہے کہ جب ایک مسلمان کو یقین ہو جائے کہ اللہ کے رسولؐ کا یہ مطالبہ ہے تو وہ مطالبہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ کا حکم۔

۴۶ مہاجرین اور انصار کو، جو نبیؐ کے ساتھ ساری دنیا سے الگ ایک نئی دنیا بنانے چلے تھے، یہ بڑا ہی واضح حکم ملا کہ رسولؐ کی بلاچون وچرا اطاعت کی جائے۔

۴۷ اس بڑی کشمکش میں جس سے مدینے کے ابتدائی ایام میں مسلمان دوچار تھے، مسلمانوں کو یہ ذہن نشین کرا دیا گیا کہ جو چاہو کر لو، مگر انجامِ کار نتائج اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں ، احد کا میدان ہو یا حدیبیہ سے بغیر عمرہ کیے واپسی ہو، ایسے تمام امور پر صبر اور استقامت کا مظاہرہ نہیں ہو سکتا تھا اگر اِن اور اِن جیسی دیگر آیات سے مومنین کو مضبوط نہ کیا گیا ہوتا۔

معاشرہ یا ریاست اپنی بقا کے لیے ایثار و تعاون چاہتی ہو تو مردِ مومن سے نفس کی اِن جائز خواہشات سے بھی دست بردار ہونے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تا کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے مشن کو وقت اور وسائل مہیا کر سکے۔ ظاہر ہے کہ عزیمت کی اس راہ میں اُسے اپنے نفس اور خواہشات کی اور اپنے بیوی بچوں کی خواہشات کی قربانی دینا پڑے گی۔ جو لوگ یہ نذر نہ گزار سکیں وہ کسی بڑے مشن چہ جائے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کام نہیں کر سکتے، یہ کسی مفسر یا کسی مذہبی یا سیاسی لیڈر کی اپنے مفادات کی بات نہیں بلکہ سیدھی سیدھی اللہ کی بات ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھاری ہدایت اور راست روی کے دشمن[۴۸] ہیں، ان کے فریبِ محبت میں آکر بے راہ ہو جانے سے ہوشیار رہو۔ اور اگر تم اللہ کی قدر کرتے ہوئے حکمت کے ساتھ بقدرِ ضرورت عفو و در گزر سے کام لو[۴۹] اور معاف کر دو تو اپنے اس روّیے پر اللہ کو غفور و رحیم پاؤ گے ○ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ تمھارے مال اور

---

۴۸ دشمن اِن معنوں میں کہ اگر تم اِن کے آرام اور دنیا کی بہتری کی خاطر دین کی راہ میں کمزوری دکھاؤ تو در حقیقت یہ تمھاری آخرت کے دشمن ہیں، اللہ کے دین کی سربلندی کی راہ کھوٹی کیے بغیر اِن کے لیے جتنا ہو سکے کر لو مگر جب تمھارے مال، اوقات اور جذبات و احساسات کی قربانی کا دونوں مطالبہ کریں تو دین کو ترجیح دینا اللہ کے مخلص بندوں پر لازم ہے۔

۴۹ بیویاں اور اولاد اگر تمھیں دنیا کی طرف بلائیں تو، اپنے دین پر مضبوطی سے جمے رہنا مگر اُن سے بھی عفو و در گزر اور پیار محبت سے سمجھانے اور صبر کی تلقین کرنے سے باز نہ رہنا۔ دین کی راہ میں اُن کو بھی لے کر چلنا ہے پس اُن کے ساتھ سختی نامناسب ہے۔ اہلِ خانہ کو بھی دین کے مطالبات سمجھائے جائیں اور باطل کے ساتھ جو کانٹے کی کشمکش برپا ہے اُس میں ساتھ دینے پر آمادہ کیا جائے۔

تمھاری اولاد دین پر تمھارے جماؤ کو جانچنے کے لیے ایک امتحان ہیں، پس جان لو کہ ہر حال میں اللہ ہی کا حق برتر ہے، جنھوں نے اِس بات کو پالیا[۵۰] اُن کے لیے، اللہ کے پاس بڑا اجر ہے ○ مفہوم آیات ۱۴تا۱۵

تقویٰ کی آبیاری اور شُحِ نفس سے چھٹکارا

چوتھی صفت جو اللہ اپنے نبیؐ کے ارد گرد مجاہدین میں دیکھنا چاہتا ہے وہ ہے تقویٰ کی آبیاری اور شخصیت میں سے شُحِ نفس کا اخراج ہے۔ تقویٰ کے معانی ہیں بچاؤ، ڈر، اللہ کا خوف اور پرہیز گاری۔ قرآن مجید نے تقویٰ کے حصول کے لیے اور متقی بننے کے لیے وظیفے اور چلّے بیان نہیں کیے، بلکہ دین کی کامل اطاعت کرتے ہوئے اور اُس کو سربلند کرنے کی کوشش میں مشغول رہنا ہی اس کے نزدیک تقویٰ ہے۔ اسی زیرِ مطالعہ سورہ بقرہ میں قرآن مجید میں جب حج کا حکم ہوا تو ہدایت فرمائی گئی کہ جب حج کے مہینوں میں حج کے ارادے سے روانہ ہو تو جنسی شہوت کی باتوں سے پرہیز لازم ہے۔ فسق و فجور اور لڑائی جھگڑوں سے دور رہو۔ جو بھی نیکی کے کام کروگے تو اللہ ان سے باخبر ہے، اُسی کو سامانِ سفر بناؤ، اس لیے کہ بہترین سامانِ سفر تو بس تقویٰ ہی ہے۔(مفہوم آیت ۱۹۷، البقرہ) یوں قرآن نے:

- نفس کو شہوات سے،
- زبان کو گالی اور بد گوئی سے،
- ہاتھ پاؤں کو جنگ و جدال اور ہر طرح کے برے کاموں سے روک کر
- اور پوری شخصیت کو سمع و بصر اور کام و دہن کی لذّات سے بچا کر بھلائی کے کاموں میں لگائے رکھنا...

تقویٰ کے لیے ضروری قرار دیا۔ ایک بڑے مقصد کے لیے کام کرنے والوں میں یہ اوصاف لازمی ہیں۔ دینِ حق کو قائم کرنے کے لیے اُٹھنے والی جماعت اگر اپنے افراد میں یہ اوصاف پیدا کیے بغیر باطل

۵۰ مال اور اولاد امتحان کے طور پر تم کو عطا کی گئیں ہیں، نہ اِن کی مناسب خبر گیری سے بے توجہی ہو اور نہ اِن کی خاطر دین کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈالنا۔

کو چیلنج کرتی ہے تو اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خود باطل کے آلہ کار بن جائیں گے۔

شُح کے معنی کنجوسی اور بخل کے ہیں اور شُحِ نفس سے مراد نفس کی کنجوسی یعنی تنگ دلی مراد ہے۔ تنگ دلی یہ ہے کہ کسی نیک کام کے لیے آدمی کی جیب سے پیسہ نہ نکل سکے یا اللہ کے کام کے لیے اپنے آرام کو نہ چھوڑا جاسکے یا اپنے مسلمان بھائی کی مدد کے لیے وہ خوش دلی سے ایثار یعنی اپنی ضروریات اور خواہشات پر دوسرے کی ضرورت اور خوہش کو پوری کرنے پر آمادہ و تیار نہ ہوسکے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ لہٰذا جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو، اُس کے احکام کو سنو اور مانو، اور اُس کی راہ میں اپنے مال کو خوب خرچ کرو، یہ تمھارے ہی لیے بہتر ہے۔ اِس روّیے کو اختیار کرنے میں، جو شخص دل کی تنگی سے محفوظ رکھا گیا، بس وہی فلاح پا گیا ○

۲۶ اللہ اپنے بندوں سے قرضِ حسنہ طلب کرتا ہے

حالات یہ ہیں کہ مہاجرین کی آبادکاری سے ماسوا، مسجد کی تعمیر کے لیے، قریش سے مقابلے کے لیے اسلحہ کی خریداری کے واسطے اور خود اہلِ مدینہ کو یہود سے روز روز نئے قرضے لینے سے باز رکھنے کے لیے مومنین کے شدید مالی ایثار کی ضرورت تھی۔ قرآن اپنے ماننے والوں کو پکارتا ہے کہ اللہ کو قرضہ دو۔ یہ مالی ایثار کا مطالبہ یثرب کے ایسے ماحول میں کیا جارہا ہے، جہاں ایک جانب یہود کی جانی پہچانی کنجوسی ہے کہ چمڑی جائے، دمڑی نہ جائے! دوسری طرف منافقین ہیں جو آنے والے مہاجرین کی امداد کے لیے کسی طرح تیار نہیں اور اُن کی مدد کرنے والوں کو بے وقوف کہہ رہے ہیں اور زمانے کے اُلٹ پھیر کے متمنی ہیں جو مسلمانوں کو مدینے سے نکال دے! اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے قرض کے پیارے نام سے مالی ایثار کی پکار کو نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم نے سنا اور اس پر لبیک کہی تو دنیا نے آج تک قائم رہنے والے دین کی فصل کو لہلہاتے دیکھا۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

اگر تم اللہ کو اُس کی جانب سے آخرت اور دنیا میں بہترین اجر کی امید کے ساتھ قرض حسنہ[۵۱] دو تو وہ تمھیں کئی گنا بڑھا کر دے گا اور تم سے تمھارے قصوروں پر در گزر فرمائے گا، سنو! اللہ بڑا قدر دان اور بردبار ہے، عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ حال اور مستقبل کو جاننے والا[۵۲]، زبردست بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے ○ ع۲

☆☆☆☆☆

---

۵۱ مہاجرین کی آبادکاری، معیشت کا استحکام، تعمیر مسجد، جنگی تیاریاں یہ تمام امورِ انفاق [اللہ کی راہ میں خرچ] کے طالب تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دین کے لیے اپنے بندوں سے قرض مانگا ہے!! کیا ہی اچھا قرض ہے!

۵۲ آنے والے دنوں میں اسلامیان کا کیا مستقبل ہے؟ مالک فرما رہا ہے کہ وہ اس کو خوب جاننے والا ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان جب تک اعلائے کلمۃ اللہ کا جھنڈا لے کر میدان میں دشمنانِ دین اور طاغوت کے سامنے دوبدو مقابلے کے لیے نہیں آتا اِن آیات کے معانی اور مفاہیم نہیں سمجھ سکتا؛ حق و باطل کی کشمکش میں شامل ہوئے بغیر محض قرآن خوانیوں اور برسہا برس مدرسوں اور مسجدوں میں قال اللہ اور قال رسول اللہ کہنے سے قرآن مجید کے یہ مقامات سمجھ میں نہیں آتے۔